عصرِ حاضر میں ''کشف المحجوب'' کی معنویت

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Dr. Samina Nadeem

Department of Urdu,

Govt. Post Graduate College For Women, Gulberg, Lahore.

Abstract:

Kashf ul Mahjoob is one of the earliest books on the theory and practice of Tasawaf in Islam. It was written in th The 11th Century in Persian by Syed Ali Hajveri known as Data Ganj Bakhsh. He is the Patron Saint of Lahore and his Mazar is the focus of veneration of Lahorese till today. Kashf ul Mahjoob has always been a point of reference in every age. Its teaching are still relevant in todays world of strive and struggle. In this article Dr. Samina Nadeem discusses the reasons of this phenomenon and brings to write its various implicatinos of peace, tolerance and equality.

''**کشف المحجوب**'' تصوّف کی اوّلین کتاب جو فارسی میں لکھی گئی اس سے قبل عربی میں صوفیائے کرام کے حالات وتعلیمات کے بارے میں متعدد کتب لکھی گئیں لیکن حضرت داتا گنج بخش کی تصنیف ''**کشف المحجوب**'' ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ ''فرہنگِ آصفیہ'' میں **کشف المحجوب** کے یہ معانی درج ہیں:

کشف (ع) اسم مذکر: (۱) کھولنا، ظاہر کرنا، برہنہ کرنا، پردہ اٹھانا، توضیع، انکشاف، اظہار، تصریح، تفسیر، شرح (۱) مجوب (ع) صفت: پوشدہ، حجاب کردہ شدہ، مخفی (۲)

''**کشف المحجوب**'' سید علی ہجویری کی شاہکار اور لازوال تصنیف ہے جسے تصوف کی کتب میں اہم مقام حاصل ہے یہ کتاب عوام الناس کے لیے شمع ہدایت ہے جس کا فیض آج بھی جاری ہے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''**کشف المحجوب**'' از تصنیف شیخ علی ہجویری است قدس اللہ روحہ العزیز اگر کسے را پیرے نباشد، چوں ایں کتاب را مطالعہ کند پیدا شود، ومن ایں کتاب را بتمام مطالعہ کردہ ام'' (۳)

مولانا جامی ''نفحات الانس'' میں کشف المجوب کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الغزنوی قدس سرہ کنیت وے ابوالحسن ست عالم و عارف بودہ، مرید شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی ست و بصحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است، صاحب کتاب کشف المجوب است کہ از کتب معتبرہ مشہورہ دریں فن ست، ولطائف وحائق بسیار درآں کتاب جمع کردہ ست۔'' (۴)

ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ''کشف المحجوب'' کے دیباچے میں تحریر کیا ہے ''کشف المحجوب'' کی بلند پائیگی کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ صوفیائے عظام نے اس کو اپنی تصانیف میں ماخذ قرار دیا تیرھویں صدی کے وسط تک فارسی زبان عوام کی زبان تھی تحریری زبان بھی فارسی تھی اس لیے اس وقت تک ''کشف المحجوب'' کے اُردو ترجمے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی تیرھویں کے اواخر اور چودھویں صدی کے اوائل میں جب فارسی زبان کا انحطاط بحد کمال پہنچ گیا اور اُردو عوام کی زبان قرار پائی تو اس وقت سے فارسی زبان کی بہت بلند پایہ کتاب کے اُردو میں تراجم ہونے لگے چنانچہ اس ضرورت کے تحت ''کشف المحجوب'' جیسی بلند پایہ اور گراں مایہ کتاب کے متعدد اُردو تراجم ہوئے۔(۵)

یہ اُردو تراجم اس کتاب کی مقبولیت اور مقام و مرتبے کا واضح ثبوت ہیں بقول میاں محمد طفیل ''کشف المحجوب'' کو ہر زمانے میں علم طریقت پر بے مثل کتاب تصور کیا گیا ہے۔(۶)

کتاب کی مقبولیت کی بڑی وجہ اس کے عام انسانی زندگی سے متعلق موضوعات ہیں جن میں عوام الناس کی راہنمائی اور بھلائی کا سامان موجود ہے کتاب کے موضوعات ہی کو لے لیجیے جو ہر انسان کے لیے عملی طور پر بخشش کا سامان ہوسکتے ہیں مثلاً علم اور اس کے متعلقات، فقر اور اس کے مباحث، تصوف، گدڑی پہننا، فقر و صفوت، ملامت کے بیان میں، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم (ائمہ طریقت) اہل بیت کے ائمہ طریقت، اہل صفہ کا ذکر، تابعین کرام کے ائمہ طریقت، تبع تابعین کے ائمہ طریقت، صوفیائے متاخرین، صوفیاء کے فرقے، معرفت الٰہی کے بارے میں، توحید الٰہی، حقیقت ایمان، طہارت، توبہ اور اس کے متعلقات، نماز کے بیان میں، محبت الٰہی اور اس کے متعلقات، زکوۃ کے بیان پر، جود و سخا کے بارے میں، روزے کی حقیقت، فاقہ کشی کے بیان میں، حج کے بارے میں کشف و مجاہدہ کی حقیقت، آداب صحبت، سفر و حضر کے آداب، خاموشی و کلام کے آداب، سوال کے آداب، نکاح و تجرد کے آداب، اصطلاحات صوفیا اور سماع اور اس کے مسائل، کشف المحجوب نہ صرف موضوعات کے اعتبار سے بلکہ زبان اور اسلوب کے حوالے سے بھی نہایت رواں اور سلیس زبان میں لکھی گئی اس کے مترجمین نے بھی اس بات کا خاص خیال رکھا اور کتاب کا ترجمہ کرتے وقت نہایت رواں، بامحاورہ اور سلیس اُردو زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ''کشف المحجوب'' کی تاثیر ہے کہ کتاب کی تحقیق اور معیاری طباعت کا سلسلہ مسلسل جاری ہے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم مستشرقین اس کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کررہے ہیں انگریز مستشرقین میں سے پروفیسر نکلسن جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی اور فارسی کے پروفیسر تھے انھوں نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا اور اشترا کی روس کے مستشرق پروفیسر ژوکوفسکی نے بھی کتاب کی معنویت کے پیش نظر کشف المحجوب کے ایک قدیم نسخے کی تصحیح پر کئی سال محنت کی اور پھر فارسی زبان میں مقدمہ لکھ کر لنین گراڈ سے شائع کیا۔ سید علی ہجویری کا کمال ہے کہ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ متشرقین میں بھی کشف المحجوب نے مقبولیت حاصل کی اور یوں اس کا تعارف غیر مسلم خطوں میں بھی ہوا۔

''توبہ اور اس کے متعلقات'' کے بیان میں سید علی ہجویری نے نہایت مدلل انداز میں اجمال کے ساتھ توبہ کی برکات و فیوض اور اس کی طرف رجوع کرنے میں نہایت آسان اور پرلطف انداز میں عوام الناس کو رغبت دی ہے کہ گنہگاروں کا بے ساختہ توبہ اختیار کرنے کو جی چاہتا ہے آپ نے توبہ کو مالکان حق کا پہلا مقام قرار دیا اور ارشاد خداوندی سے عوام الناس کو توبہ کی دعوت دی ہے مثلاً:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو'' (سورہ التحریم آیت ۸)

خداوند قدوس نے یہ بھی فرمایا:

ترجمہ: ''اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (سورہ النور آیت ۳۱)

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے ارشادات بیان کیے ہیں

۱۔ ترجمہ: ''اللہ کو کوئی چیز اس سے زیادہ پسند نہیں کہ جوان آدمی توبہ کرلے''

۲۔ ترجمہ: ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں''

۳۔ ترجمہ: ''اللہ تعالی جب بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اسے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا'' (۷)

یہاں سید علی ہجویریؒ نے پوری انسانیت کو تیقّن کے ساتھ اللہ تعالی سے رجوع کرنے کا لازوال درس دیا جب اللہ تعالی اپنے بندوں کے لیے رحمت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے وہ جب چاہیں توبہ کو اپنا کر سرخرو ہوسکتے ہیں تو یہی وہ رواداری ہے جس کی ہمیں آج بھی سخت ضرورت ہے ہمیں ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے یکجہتی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے داتا صاحب کے پیغام کو عملی جامہ پہنا کر بھلائی اور فلاح کے راستوں کو کشادہ کرنے کی ضرورت ہے ہمیں آج وسیع القلبی کو اپنانا ہے اور تکبر، انا پسندی اور فرعونیت کے روّیوں کو پوری سوسائٹی میں تبدیل کرنا ہے اپنی اور دوسروں کی غلطیوں کو ایک پلڑے میں رکھنا ہے۔ یہی متوازن روّیے فلاح کے راستوں کی جانب سفر کرتے ہیں توبہ کے متعلقات کو نہایت جامعیت اور اختصار کے ساتھ سید علی ہجویریؒ نے ''**کشف المحجوب**'' کی زینت بنایا۔

اکیسویں باب میں ''محبت الٰہی اور اس کے متعلقات'' بیان کرتے ہوئے قرآن واحادیث کی روشنی میں اپنا موٗقف پیش کیا ہے لکھتے ہیں ''جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالی کی محبت بندے کے لیے اور بندے کی خدا کے لیے درست ہے کتاب وسنت اس پر گواہ ہے اور ساری امت اس پر متفق ہے اور خداوند قدوس ایسے اوصاف سے متصف ہے کہ اولیاء بھی اس کو عزیز رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو عزیز رکھتا ہے۔۔۔۔ محبت دل میں اپنی جگہ بناتی ہے حضور وغیاب، بلا ومحنت، راحت ولذت اور فراق وصال سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' (۸)

وصل وفراق پر علامہ اقبال نے بھی بیسویں صدی میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے:

عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو ، ہجر میں لذتِ طلب!!
عین وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا!!
گرچہ بہانہ جُو رہی میری نگاہِ بے ادب!!
گرمئ آرزو فراق ، شورش ہاے و ہُو فراق
موج کی جستجو فراق ، قطرہ کی آبرو فراق(۹)

اس باب کے بغور مطالعے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتا ہے جب مخلوق اپنے خالق سے قلبی لگاؤ رکھتی ہے تو اس کا ہر فعل اور ہر عضو اپنے معبود کی رضا کے تابع ہوجاتا ہے۔ اس کا ہر اٹھنے والا نیا قدم کسی ایسے سفر کا متحمل نہیں ہوسکتا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ میں یہ کمی بالخصوص دکھائی دیتی ہے کہ وہ دنیاوی اور مادی معاملات میں ہمہ وقت الجھے نظر آتے ہیں ان کی نظر میں مادی ترقی ہی اصل زندگی کی ضمانت ہے اور اس مادی

ترقی کی دوڑ میں پڑ کر وہ احکامات خداوندی، اطاعت خداوندی اور معبود الٰہی کی محبت سے بیگانہ ہو رہے ہیں یہی مادیت پرستی کی دوڑ ہے کہ آج نیب NAB(National Accountabilty Bearu) کا وجود ایسے مادیت پرستوں کے سروں پر خطرے کی گھنٹی بنا ہوا ہے عصر حاضر میں سید علی ہجویری کا یہ قول بڑی معنویت رکھتا ہے ''پس دوستانِ حق، دنیا وعقبی میں حق کے ساتھ ہوں گے اور جسے حق تعالی کا ساتھ نصیب ہو اس کے لیے خطا جائز نہیں پس دنیا کا شرف یہ ہے کہ اللہ تعالی ان کے ساتھ ہے اور آخرت کا اعزاز یہ ہے کہ وہ حق تعالی کے ساتھ ہونگے۔''(۱۰)

حق تعالی سے ہماری محبت کا ثبوت یہ ہے کہ ہم اپنے اقوال وافعال کو معبود حقیقی کے تابع کر لیں ہماری ہر جستجو رضائے الٰہی کے لیے وقف ہو۔

سید علی ہجویری نے اہم موضوعات پر نظری مباحث کے بیان میں قرآن پاک کی تعلیمات اور احادیث مبارکہ کا برمحل بیان کیا ہے۔ جود وسخا کے بارے میں پیغمبر ﷺ کا فرمان مبارک لکھتے ہیں:

> ''السخی قریب من الجنتہ وبعید من النار والبخیل قریب من النار وبعید من الجنتہ (سخی آدمی بہشت سے قریب اور دوزخ سے دور ہے بخیل آدمی دوزخ سے نزدیک اور بہشت سے دور ہے)۔''(۱۱)

داتا صاحب نے جود وسخا کی صفات کو الگ الگ معنوں میں استعمال کیا ہے اور حق تعالی کو جواد کہا ہے کیونکہ اللہ تعالی بندوں کو جواد کے مفہوم سے پوری واقفیت دیتا ہے جبکہ سخی کے متعلق یہ بات نہیں کہی گئی اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے آپ کو سخی کے نام سے نہیں پکارا مزید فرماتے ہیں ''بعض لوگ جود وسخا کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سخی وہ ہے جو سخاوت میں اپنے پرائے کی تمیز کرے اور وہ جو کچھ کرے کسی دنیاوی غرض اور سبب سے وابستہ ہو اور سخاوت میں یہ ابتدائی مقام ہے۔ جواد وہ ہوتا ہے جو بخشش وعطا کے وقت اپنے بیگانے میں امتیاز نہ کرے اور اس کی عطا بے غرض وبلا سبب ہو۔''(۱۲)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مہمان داری کا ذکر کرتے ہیں کہ جب تک ان کے ہاں کوئی مہمان نہ آجاتا کچھ نہ کھاتے:

> ''ایک دفعہ تین دن تک کوئی مہمان نہ آیا آخر ایک آتش پرست آپ کے دروازے پر آ گیا آپ نے ان سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں آتش پرست ہوں۔ آپ نے فرمایا چلا جا تو میری مہمانی اور میز بانی کے لائق نہیں اس پر اللہ تعالی کی طرف سے آپ پر عتاب ہوا کہ جس شخص کی میں نے ستر برس تک پرورش کی ہے تجھے اتنا بھی گوارا نہ ہوا کہ اسے ایک روٹی دے دے؟ لیکن اس کے برعکس جب حاتم کا بیٹا عدی حضور اکرمؐ کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے اپنی چادر اٹھا کر اس کے نیچے بچھا دی اور فرمایا ''اتا کم کریم قوم فاکرموہ'' (جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی شریف آدمی آجائے تو اسکی تکریم کرو)۔''(۱۳)

سید علی ہجویری نے انبیاء کرام، اولیا اللہ اور بزرگانِ دین کی حکایات بیان کر کے نہ صرف اپنے عہد کے عوام کو نیکی اور بھلائی بلا تفریق کرنے کا درس دیا بلکہ تفرقہ بازی اور ذات پات، نسل برادری کے محدود پیمانوں سے نکل کر زندگی کے اصل مقصد سے روشناس کرنے کی کوشش کی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ داتا صاحب کے ان اقوال کو آج کی نوجوان نسل کو سنایا اور سمجھایا جائے یہ کام والدین اور اساتذہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ خدمتِ خلق کا جذبہ نوجوان نسل میں پختہ کرنا آج وقت کی اہم ضرورت ہے

پاکستان میں اس وقت جتنی غربت، بے روزگاری، اقرباء پروری اور رشوت ستانی روزافزوں ہے اس کا خاتمہ ذہنی سطح پر خدمت اور بھلائی کا جذبہ اجاگر کر کے کیا جا سکتا ہے۔ داتا صاحب کے افکار کی تعلیمی اداروں میں ملکی اور بین الاقوامی سطح کی انجمنوں اور این جی اوز میں ترویج کر کے ان برائیوں پر بتدریج قابو پایا جا سکتا ہے یہ تعلیمات صرف علمی سطح پر ہی نہیں بلکہ عملی حوالے سے رائج ہونے کا تقاضا کرتی ہیں۔

''**کشف المحجوب** '' کے چونتیسویں باب ''سماع اور اس کے مسائل'' کے آغاز میں سید علی ہجویری نے علم کے حصول کے پانچ ذرائع بتائے ہیں یعنی سننا، دیکھنا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کے لیے پانچ دروازے بنائے ہیں ہر ایک قسم کا علم ان میں سے کسی ایک سے وابستہ ہے۔۔۔۔۔۔عقل ان حواس کے ذریعے ہی معلوم کر لیتی ہے کہ عالم حادث ہے کیونکہ وہ ہر دم تبدیل ہوتا رہتا ہے'' (۱۴)

سید علی ہجویری کی یہ رائے آج کے نفسیات دانوں کو بھی تسلیم ہے پروفیسر عبدالحئ لکھتے ہیں ''حواس ہی سے ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہم کس قسم کے ماحول میں رہ رہے ہیں اور یہ ماحول لحظہ بہ لحظہ تبدیل ہوتا جاتا ہے انھی کی وجہ سے ہم روز مرہ کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہیں اور ان کے بغیر نہ سماجی تعلقات ممکن ہیں اور نہ ماحول کی مطابقت'' (۱۵)

ہمارے حسّیاتی نظام باصرہ، شامہ، ذائقہ اور سامعہ کا نہ صرف وجود بلکہ ان کی پوری کارکردگی، رنگارنگی اور نادرہ کاری اس کی مرہون منت ہے حواس کے ذریعے ہی ہمارا عمل اور ادراک نئی صورت حاصل کرتا ہے اور ماحول کا ادراک ہمیں بصارت کے بعد سماعت کے ذریعے ہی ملتا ہے سماعت کا عمل آواز کے بغیر ادھورا ہے۔

سماع اور اس کے مسائل کی چوتھی فصل ''عمدہ آوازوں کا سننا'' میں لکھتے ہیں بہشت میں اہلِ بہشت کو بھی سماع کے مواقع حاصل ہوں گے اور وہ اس طور ہوگا کہ ہر ایک درخت سے مختلف قسم کی آوازیں نکلیں گی۔ ان مختلف آوازوں کے امتزاج سے سننے والوں کو بڑا لطف آئے گا۔ اس قسم کی سماعت انسانوں اور حیوانوں میں عام ہے اس لیے کہ روح ایک لطیف چیز ہے اور آواز میں بھی ایک قسم کی لطافت پائی جاتی ہے'' (۱۶)

داتا صاحب نے مختلف حکایتوں سے آواز اور لحن کی تاثیر ثابت کی ہے'' ہمارا مشاہدہ ہے کہ شُتر بان اور خرکار جب راستے میں گاتے ہیں تو اونٹ اور گدھے دونوں پر سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ خراسان وعراق میں تو یہ عادت ہے کہ شکاری جب رات کے وقت ہرن پکڑتے ہیں تو وہ ایک تھالی بجاتے ہیں ہرن ان کی آواز سن کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ چھوٹے بچوں میں بھی یہ بات بالکل ظاہر ہے جب وہ جھولے میں روتے ہیں اور کوئی شخص سریلی آواز میں لوری دیتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں'' (۱۷)

ایسے مشاہدات زندگی میں ہمیں بھی ہوتے ہیں چنانچہ داتا صاحب کا یہ فرمان کہ ''سُریلی آواز اور الحان کی تاثیر عقل مندوں کے نزدیک مسلم ہے اور اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں'' (۱۸)

آج بھی سبھی کو تسلیم ہے اکیسویں صدی میں بھی سماع کی ضرورت اور مقبولیت میں فرق نہیں آیا البتہ اس کے انداز اور گائیگی میں تجربات کیے جاتے رہے جو کسی وقت قلیل عرصے کے لیے مقبول بھی ہوئے مگر سماع کا روایتی اور کلاسیکی انداز ہمیشہ قائم رہا۔ سماع کی محافل آج بھی جاری ہیں مگر کہیں اس کے مخصوص آداب کی پیروی کا خیال نہیں رکھا جاتا جب کہ سید علی ہجویریؒ نے کئی

سوسال پہلے ہماری یہ مشکل حل کر دی جن میں چند اہم ہیں اوران پر آج بھی عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے مثلاً:

۱۔ جب تک سماع کی ضرورت محسوس نہ ہو اسے سنا نہ جائے یعنی داتا صاحب نے محفل سماع میں بیٹھنے کے لیے دل گداختہ کو ضروری قرار دیا ہے۔

۲۔ محفل سماع میں عوام کو شریک نہیں ہونا چاہیے جبکہ آج بھرپور عوامی اجتماعات میں عام گائیک موسیقی کے جدید سازوں پر قوالی کی طرز پر مبتذل اشعار سناتے نظر آتے ہیں۔

۳۔ سامعین کا دل دنیاوی خیالات سے پاک ہو یعنی سماع کے وقت طبیعت لہو ولعب کی طرف مائل نہ ہو۔ یہ بات بھی فی زمانہ ناپید نظر آتی ہے بہت کم سماع کی ایسی محافل ملتی ہیں جن میں ایسے آداب کا لحاظ کیا جاتا ہے دورانِ محفل لوگ موبائل فون کا عام استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔

۴۔ اگر طبیعت حرکت کا تقاضا کرے تو حرکت کرو ورنہ خاموش رہو طبیعت کے زور اور وجد کی خواہش کا فرق سمجھنا چاہیے یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے۔ سماع کی محافل میں زبردستی رقص کو محفل کا لازمی جزو سمجھ لیا گیا ہے۔ داتا صاحب نے وجد کی حالت کو خواہ مخواہ خود پر طاری کرنے سے گریز کا مشورہ دیا ہے جس طرح ہمیں بعض نوجوان سماع کے آغاز میں ہی بلا سبب کھڑے ہو کر اور لہرا لہرا کر تھرکنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بلا وجہ کی حرکات ہیں جو سماع کے آداب کی خلاف ورزی ہیں سید علی ہجویری نے تو نوخیز لڑکوں کو محفل سماع میں بٹھانے سے منع کیا ہے۔

۵۔ ''اگر قوال کا کلام اچھا ہے تو اس کی تعریف نہ کرے اگر برا ہے تو مذمت نہ کرے اور کسی شعر کو ناموزوں نہ کہے۔۔۔۔۔۔قوال کو درمیان میں نہ دیکھے بلکہ خدا کے حوالے کر دے'' (۱۹) داتا صاحب کے اس قول میں جو رمز پوشیدہ ہے وہ کسی کی دل آزاری سے پرہیز ہے یہ دل آزاری ہے جسے ہم سب اپنا کر نہایت آسانی سے اپنے ہم جنس کی ناقدری کرتے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہو پاتا۔

سید علی ہجویری کی یہی تعلیمات ہیں جو انھوں نے اولیا اور انبیا کرام کی مثالوں سے ہم تک پہنچائیں ان کا مقصد اس وقت معاشرے میں امن رواداری اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ دینا تھا آج بھی ہماری سوسائٹی کو اسی رواداری کے فروغ کی ضرورت ہے۔ داتا صاحب کے پیغام کا مقصد صحیح معنوں میں تبھی پورا ہو سکتا ہے جب ہم ان کے پیام کے اندر پوشیدہ مفہوم کو وسیع تر معنوں میں سمجھنے کی کوشش کریں۔

داتا صاحب کے سماع کے حوالے سے افکار اکیسویں صدی میں بھی پوری معنویت رکھتے ہیں ''تصوّف اور تصوّرات صوفیہ'' کے چھٹے باب ''سماع و موسیقی اور صوفیہ'' کا آغاز ہی سید علی ہجویریؒ کے فرمان سے کیا گیا ہے اور پھر اس کی تائید میں مختلف روایات اور حکایات بیان کی گئی ہیں۔ مصنف لکھتا ہے:

> ''ایرانی روایات میں ہے کہ موسیقی کا ماخذ ایک پرندہ ققنس یا موسیقار ہے جس کی چونچ میں سات سوراخ ہوتے ہیں۔ ہر سوراخ سے ستر راگ نکلتے ہیں۔ شاہانِ ایران کے محلوں کے دروازوں پر ہر روز پانچ مرتبہ نقارہ بجایا جاتا تھا جسے وہ نوبت کہتے تھے۔'' (۲۰)

غرض انسانی زندگی میں موسیقی اور سماع کو جو اہمیت آج بھی حاصل ہے داتا صاحب کو اس کی اپنے عہد میں خبر تھی اس لیے انھوں نے ''**کشف المحجوب**'' کے موضوعات میں نہ صرف اسے شامل کیا بلکہ اس پر پُرمغز بحث بھی کی جو ہمارے لیے

آج بھی اثاثہ ہے۔

سید علی ہجویریؒ صرف صوفی نہ تھے بلکہ عالم بھی تھے۔ آپ کو قرآن، حدیث، تفسیر، فلسفہ اور منطق پر دسترس تھی۔ آپ نے اپنے پیغام وافکار کے ابلاغ و ترویج کے لیے ''**کشف المحجوب**'' تصنیف کی جو آج بھی اپنا مکمل جواز رکھتی ہے۔ اس میں مختلف موضوعات اوران کے متعلقات کے بیان میں وضاحتی انداز اپنایا گیا اور فرد کے لیے راہنمائی کا سامان فراہم کیا گیا۔ داتا صاحب کے افکار میں ایسا نظام نظر آتا ہے جو عصرِ حاضر کے تشکیکی روّیوں کو ختم کر کے ایقان کی دنیا آباد کرتا ہے۔ یہ تعلیمات عہد موجود میں روشن خیال اور متوازن انسانی روّیوں کی ترویج میں معاون ہیں۔ سید علی ہجویریؒ کی بصیرت افروز سوچ نے معاشرتی زندگی کو اہم سمجھتے ہوئے اپنے بیشتر موضوعات بھی فرد کی عام زندگی سے ہی اخذ کیے آدابِ معاشرت سے فرد کی آگہی اسے زندگی کے مثبت امکانات سے روشن کراتی ہے۔

''**کشف المحجوب**'' کے مضامین کی نُدرت اور جامعیت آج بھی برقرار ہے۔ علم، درویشی، تصوف، لباس صوفیہ، تزکیہ نفس، توبہ اوراس کے متعلقات، سفر وحضر کے آداب، محبت الٰہی اوراس کے متعلقات ایسے مضامین آج انسان کے لیے اس لیے اہم ہیں کہ وہ مادیت پرستی کی دوڑ میں باطنی حوالے سے غیر محسوس انداز میں کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اس اضمحلال سے داتا صاحب کے افکار نجات دلا کر انسان کو مثالی مقام و مرتبہ پر پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ احمد دہلوی، سید، مولوی: فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان، بار ششم، ۲۰۱۰ء، ص:۵۲۷

۲۔ ایضاً، ص:۳۰۴

۳۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے پنجاب، کراچی: سلیمان اکیڈمی، مئی ۱۹۶۲ء، ص:۵۳
بحوالہ: دُرِ نظامی، مرتب: شیخ محمود علی جاندار خادم نظام المشائخ، دہلی: مملوکہ سید علیم الدین خادم درگاہ سلطان المشائخ

۴۔ ایضاً، بحوالہ نفحات الانس، ص:۲۹۱، بضمن تذکرہ حضرت ہجویری مطبوعہ نول کشور

۵۔ ہجویری، حضرت سید علی بن عثمان: کشف المحجوب، مترجم: غلام معین الدین نعیمی اشرفی، لاہور: دعا پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۱۹

۶۔ محمد طفیل، میاں، ترجمہ، ترتیب و تلخیص: کشف المحجوب، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، جون ۱۹۸۲ء، ص:۵۱

۷۔ محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر، مترجم: کشف المحجوب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۳۰۸

۸۔ ایضاً، ص:۳۲۳

۹۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، بالِ جبریئل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص:۱۱۴

۱۰۔ محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر، مترجم: کشف المحجوب، ص:۳۳۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۳۳۶

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً، ص:۳۳۷

۱۴۔ محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر، مترجم: کشف المحجوب ص ۴۲۱-۴۲۰

۱۵۔ عبدالحئی، پروفیسر، اصول نفسیات، جلد اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۸۷ء، ص:۱۷۹

۱۶۔ ہجویری، ابوالحسن سید علی بن عثمان: کشف المحجوب، مترجم: ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، ص:۴۲۸

۱۷۔ ایضاً، ص:۳۰۔۴۲۹

۱۸۔ ایضاً، ص:۴۳۰

۱۹۔ ایضاً، ص:۴۴۶

۲۰۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر: تصوّف اور تصوّراتِ صوفیہ، لاہور: مجلس تحقیق و تالیف فارسی، جی سی یو سیٹھی بکس ۲۰۰۸ء، ص:۲۵۹

☆......☆......☆